رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

طلسمیں کا فور ہو جائیگی اک دن دیکھنا | عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | میں بھی اک نورانی جوہر کے پیارو نہیں ہوں

دُنیا میں ایک نبی آیا پر دُنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعودؑ)

الفضل

چندہ مقامی خریداروں سے ساڑھے چار روپیہ

غیر ممالک سے ۸ روپیہ

مضامین بنام ایڈیٹر

اور

باقی تمام خط و کتابت مینیجر الفضل

قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر ہو

آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے (حقیقۃ الوحی ص ۶۵)

جلد ۳ | مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۱۶ء | شنبہ | مطابق ۱۳ رجب ۱۳۳۴ھ ہجری | نمبر ۱۱۴

مدینۃ المسیحؑ

حضرت خلیفۃ المسیح روزانہ درس قرآن شریف و تفسیر دینیہ اور مہمات خلافت کے سرانجام کرنے میں مصروف ہیں۔

۲۔ حضور نے ۱۳ مئی بعد از نماز مغرب مولوی غلام محمد صاحب شاگرد خاص حضرت حکیم الامۃ خلیفہ اولؓ کا نکاح میمونہ بنت منشی حبیب احمد صاحب ساکن دودھری ضلع سہارنپور سے پچاس روپے مہر پڑھا۔ منشی حبیب احمد کا نمونہ قابل تعریف ہے۔ انہوں نے اپنی پہلی لڑکی کا نکاح مولوی غلام نبی صاحب سے اس شرط پر کیا کہ اسے دین سکھایا اور قادیان میں رکھا جائے۔ اور اب بھی اسی مبارک نیت و شرط پر نکاح کیا ہے۔ حضور نے خطبے میں فرمایا کہ نکاح آرام، راحت، سکینت اور تقوی اللہ کے حصول کے لئے کیا جاتا ہے مگر آجکل مسلمانوں نے رسومات بدعات سے اسے دُکھ کا موجب بنا لیا ہے۔ بڑے بڑے امراء ۳۲ روپے مہر مقرر کرتے ہیں اور اس کا نام مہر شرعی رکھتے ہیں حالانکہ یہ ان کے لئے غیر شرعی ہے۔ اور غرباء کئی کئی ہزار مہر مقرر کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کے لئے گناہ ہے۔ قادیان میں تو مسیح موعود کے انفاس قدسیہ کی طفیل بہت فضل ہے اور بیرونجات کے احمدی بھی ایک حد تک محفوظ ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ احباب جماعت احمدیہ اور ہمت کریں اور اپنے نکاحوں کو رسوم و بدعات سے الگ کر کے بالکل سنت نبوی کے مطابق کریں تاکہ نکاح کی حقیقی غرض قائم ہو۔

مُبارکباد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ خدا کے فضل اور رحم سے ایم اے کے امتحان میں پاس ہو گئے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ والا تبار کو جیسے علوم ظاہری سے پُر کیا ہے ایسے ہی بلکہ اس سے بڑھ چڑھ کر باطنی علوم سے بھی پُر فرمایا ہے اور آپ ہر پہلو سے قرۃ العین ہیں۔ اور ماسٹر رحیم بخش بھی ایم اے میں پاس ہو گئے ہیں۔

مُباحثہ امرتسر چھپ گیا۔ جو تحریری مباحثہ حیات و ممات مسیح ابن مریم علیہ السلام اور صداقت مسیح موعود حضرت مرزا صاحب کے متعلق جناب مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی اور ابوالوفاء مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث امرتسر کے مابین ہوا ہے وہ انجمن احمدیہ امرتسر نے چھاپ کر شائع کر دیا ہے ہر دو فریق کے تمام پرچے مصدقہ پریزیڈنٹان جلسہ درج ہیں اور مولوی ثناء اللہ کے آخری پرچوں کے متعلق بطور ضمیمہ چند نوٹ بھی دیدیے ہیں تاکہ پڑھنے والے کو حق پانے میں مدد مل سکے۔ ۲ ۔ ۰ کے

(باہتمام شیخ ... احمد قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر شائع ہوا)

ٹکٹ بھیجنے پر یہ مباحثہ سکرٹری انجمن احمدیہ امرتسر سے ملیگا تو یا زیادہ وی پی منگوا لئے جائیں۔ احباب جلد منگوالیں۔ شاید پھر نہ رہے ؎

حضرت خلیفہ اوّل کے خط کا عکس

الفضل نمبر ۱۳۲ میں جو عکس ۴ صفحے پر حضرت خلیفہ اوّل کے خط کا چھاپا گیا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مولانا کا مذہب دربارہ نبوت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہی تھا جو ہمارا ہے۔ وہ ۲ر کے پانچ عکس کے حساب سے دفتر الفضل سے مل سکتا ہے۔ جو صاحب چاہیں منگوالیں۔ یہ دو ورقہ غیر مبایعین میں خوب تقسیم کیا جائے ؎

اخبار احمدیہ

دہلی میں مباحثہ

اخویم حکیم خلیل احمد صاحب تحریر کرتے ہیں چونکہ ملک شیر زمان خان صاحب کی قیام گاہ پر کل کی تاریخ میں مناظرہ کا وقت مقرر کر چکے تھے۔ اس لئے باوجود بیمار ہونے کے عاجز کو وہاں جانا پڑا۔ صدر بازار کے سوداگروں نے بھی اپنے چند علماؤں کو بلایا تھا۔ انہیں سے ایک سن رسیدہ مولوی سے مناظرہ ہوا۔ تب میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک مسیح علیہ السلام کے جسد عنصری آسمان پر زندہ رہنے کی جونسی زبردست اور قطعی آیت ہو اسکو پیش کریں۔ مولوی نے ایک تقریر کے بعد بل رفعہ اللہ الیہ کو پیش کیا۔ میں نے جب انکی پیش کردہ آیت پر نقض کیا اور اس پر ایک لمبی تقریر کی تو وہ بہت گھبرا گئے۔ اور پھر میں نے اسی آیت سے وفات مسیح کا ثبوت دیا۔ اور کہا کہ اسکے علاوہ اور بھی آیتیں ہیں جن سے مسیح علیہ السلام کی قطعی وفات ثابت ہوتی ہے۔ مولوی صاحب جسقدر اپنے سابق استدلال پر اصرار کرتے۔ اسی قدر انکی کمزوری لوگ محسوس کر رہے تھے۔ آخر کو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ ہمیں کچھ وفات مسیح پر سنائیں۔ پھر میں نے فلما توفیتنی کی آیت کو پیش کیا۔ اور بخاری کی حدیث بھی اسکے مزید ثبوت میں پیش کی۔ جب مولوی صاحب سے کچھ بن نہ آیا تو دوسرے مولوی صاحب نے ابن جوزی کی روایت یدفن معی فی قبری کی حدیث کو مشکوٰۃ سے پڑھ کر سنایا۔ میں نے بتایا کہ حدیث کی صداقت معلوم کرنے کا ذریعہ کیا ہے اور قرآن حاکم ہے حدیث محکوم ہے۔ حدیثیں کب جمع کی گئیں اور احادیث کے اختلاف کے وقت کیا کرنا چاہیئے۔ بیان کرکے میں نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ اب آپ مجھے بتائے کہ ابن جوزی کس زمانہ میں گذرا ہے۔ اور ابن جوزی نے اس روایت کو کس سے لیا۔ اس حدیث کا سلسلہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کر دکھایئے۔ مولوی صاحب میرے اس سوال پر اور بھی پریشان ہوئے۔ تب میں نے اس حدیث کی حقیقت کو بتایا۔ آخر ناسخ منسوخ کے ذکر کو مولوی صاحب نے چھیڑ دیا۔ جب اس میں بھی بہت ذلیل ہوئے تب اٹھ کر چل دیئے انکے چلے جانیکے بعد بھی کچھ دیر تک وہاں ٹھہرا رہا۔ اور لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتا رہا۔ پھر وہاں سے ڈھائی بجے رات کو اپنے قیام گاہ پر واپس آیا ؎

سمندری پر اتمام حجت

مکرمی محمد فضل صاحب ٹھیکیدار سمندری تحریر کرتے ہیں کہ مولوی نظام الدین صاحب کے ذریعے جو لاہور سے تشریف لائے تھے پیغام مسیح کے پہنچانے میں سمندری کے لوگوں پر اتمام حجت ہو چکی ہے اردگرد کے حالات کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود کی صداقت اور حضرت خلیفۃ المسیح کی خلافت کا زندہ اور معجزانہ ثبوت میری آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔

ایک مصیبت زدہ بہن کل احمدی بھائیوں کی دعا کی محتاج

میں ایک ناگہانی مصیبت میں مبتلا ہوں میرے والدین بہت دور دراز ہیں سب لڑکیوں اے احمدی بھائی درد دل سے میرے لئے دعا کریں کہ میری بیقراری دور ہو۔ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو اور سچے کے سامنے ذلیل و خوار ہو۔ کامیابی پر ایک سو روپیہ دینی امداد میں قادیان بھیجدونگی۔ اور قرآن شریف کا ترجمہ حفظ کرونگی

(راقمہ ایک مصیبت زدہ)

نکاح

عاجز کا نکاح بتاریخ ۱۴ اپریل ۱۹۱۶ء کو بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ثانی نے جناب حافظ احمد الدین صاحب ملازم جیل فیروزپور کی دختر صابرہ کے ساتھ بعوض مبلغ پانچ صد روپیہ مہر پر پڑھا تھا۔ دعا کر کے مشکور فرماویں ؎

محمد عبد اللطیف حنفی امرتسری احمدی ولد مولانا مولوی احمد الدین صاحب مرحوم سابق مدرس عربی فیروزپور شہر

پٹیالہ میں تبلیغ

مولوی عبد الصمد صاحب مبلغ پٹیالہ لکھتے ہیں ایک شخص سے گفتگو ہو رہی تھی اس نے کہا آپ تو مقلد ہیں جواباً کہا گیا کہ ہم محقق اور متبع ہیں۔ مقلد ہرگز نہیں اسلئے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پر ایمان لا کر مصداق پیشگوئی کی اتباع کرتے ہیں جو کہ عین اتباع محمدی ہے۔ اسکے بعد کہنے لگا۔ مرزا صاحب نبی کیسے ہیں کہا گیا جس مسیح کے آنے کے آپ قائل ہیں وہ نبی ہے یا غیر نبی۔ کہنے لگا نبی۔ تو میں نے کہا کہ مرزا صاحب کو ہم وہی مسیح مانتے ہیں۔ لہذا آپ نبی ہیں ؎

الفضل (بسم اللہ الرحمن الرحیم)

قادیان دارالامان ۔ مورخہ ۱۶ مئی سنہ ۱۹۱۶ء

احمدی کالجیٹوں کیلئے لاہور میں دار المقامہ

نمبر ۳

طلباء کے سرپرستوں سے خطاب

میں نے گذشتہ دو نمبروں میں احمدیہ ہوسٹل کی ضرورت بتا کر اسمیں داخل ہونے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ امید ہے کہ احمدی طلباء کو خود اسبات کا خیال ہوگا۔ اور وہ بڑی خوشی سے ہوسٹل میں داخل ہو جائینگے۔ اب میں ان طلباء کے والدین اور سرپرستوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ خود اسبات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ ان کے بچے احمدیہ ہوسٹل میں ہیں کیونکہ جس توجہ اور حفاظت سے وہاں لڑکوں کی دینی اور اخلاقی تعلیم کا خیال رکھا جائے گا۔ ویسا انتظام کسی جگہ ہونا ناممکن ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے صرف اپنی جماعت کے نوجوانوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے یہ تجویز فرمائی ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کو مفید اور بابرکت بنانے کی طرف حضور کو کسقدر خیال ہوگا۔ اور یہ کیسی مفید ثابت ہوگی۔ ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ یا نگران سیکرٹری صاحب جماعت احمدیہ لاہور ہونگے۔ جو ہر قسم کی ضروریات کے پورا کرنے میں کوشاں رہینگے۔ اور لڑکوں کی خاص طور پر نگرانی کے ذمہ وار ہونگے ان کے علاوہ درس قرآن کریم کا انتظام ہوگا جسمیں قرآنی معارف اور نکات سمجھائے جانے کے علاوہ نہایت ضروری اور اہم دینی مسائل سے بھی واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملیگا۔ اور وہ اعتراضات جو اکثر نوجوانوں کو اسلام کے متعلق کالج میں جا کر پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا بھی انسداد کیا جاتا رہیگا کالج میں طلباء چونکہ مختلف مذاق اور مختلف عادات کے لوگوں سے ملتے جلتے ہیں۔ اسلئے بعض اوقات انکے منہ سے انہیں اسلام کے متعلق ایسے اعتراضات سننے پڑتے ہیں جن کا وہ اگر جواب دینا بھی چاہیں تو نہیں دے سکتے۔ کیونکہ خود تو انہیں دینی علم سے اتنی بھی واقفیت نہیں ہوتی۔ اور کوئی انہیں بتلانے والا نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی بتلانے والا مل بھی جائے تو وہ انکی تسلی کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ انکے دل میں اس قسم کے اعتراضات اہمیت حاصل کرتے جاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ خطرناک نتائج پیدا کرنے کا موجب ہوتے ہیں لیکن احمدی طلباء کے لئے جب ایک عالم درس دینے والا ہوگا۔ تو وہ اگر کسی قسم کے اعتراض سنکر آئینگے تو انکے متعلق اپنی تسلی کر سکینگے۔ اسطرح ایک تو وہ اعتراضات کے جوابات دینے کے قابل ہو جائینگے دوسرے دینی مسائل کے متعلق انکی واقفیت بڑھتی جائیگی وہ اس زنگ سے بھی بچے رہینگے جو کالج لائف میں نوجوانوں کے قلوب پر جم جاتا ہے۔ اور جسکی وجہ سے انہیں اسلام کا منور چہرہ بدنما معلوم دینے لگتا ہے۔ جب وہ کالج سے نکلینگے تو نہ صرف ڈپلوما انکے ہاتھ میں ہوگا بلکہ انکے دل اور دماغ اپنے اندر اسلام کے متعلق ایک خاص جوش اور ولولہ رکھنے والے ہونگے اور وہ اس فرض کو جو خدا تعالیٰ نے ہر ایک مومن کے لئے مقرر کر رکھا ہے کہ نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کرنا اچھی طرح انجام دے سکیں گے۔ خواہ وہ دنیا کی کسی لائن میں کاروبار کرتے ہونگے اسی جگہ انکے لئے تبلیغ کا کافی میدان ہوگا۔ اور وہ خدا کے فضل اور توفیق سے کامیاب ہونگے۔

چونکہ یہ فوائد آیندہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض نوجوانوں کی نگاہ ان تک پہنچنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتی اسلئے میں انکے دور اندیش اور عاقبت بین والدین کی توجہ اسطرف مبذول کرتا ہوں کہ وہ ضرور اپنے بچوں کو احمدیہ ہوسٹل میں داخل کریں اور اسکے متعلق سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ جن کا نام اور پتہ یہ ہے (بابو عبد الحمید صاحب احمدی اڈیٹر آر. بی ریلوے لاہور) سے جن امور کی نسبت دریافت کرنا ہو کریں۔ مجھے تو امید ہے کہ ہمارے نوجوان بڑی خوشی سے احمدیہ ہوسٹل میں داخل ہونگے۔ لیکن اگر کوئی لڑکا بعض وجوہات کی وجہ سے کوشش کرے کہ اپنے والدین سے کسی اور جگہ رہنے کے لئے کہے تو میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ہرگز اسکی بات نہیں ماننی چاہیئے۔ اور اسے مجبور کرنا چاہیئے کہ تم ضرور احمدیہ ہوسٹل میں ہی رہو۔ کیونکہ جبکہ صرف طلباء کے فوائد کو مدنظر رکھ کر یہ انتظام کیا گیا ہے نہ کہ کسی اور غرض سے تو پھر کیا وجہ ہے۔ اگر کوئی لڑکا ایسا ارادہ ظاہر کرے تو اسکے والدین کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اسکے لئے احمدیہ ہوسٹل میں داخل کرانا نہایت ہی ضروری ہے کیونکہ اس میں کوئی ایسا نقص اور کمزوری ضرور ہے جو اُسے ایسی مفید جگہ میں رہنے سے باز رکھ رہی ہے۔ اور اسکا کہیں اور جگہ رہنا اسکے لئے بہت زیادہ نقصان کا باعث ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ بعض لڑکے مذہبی پابندیوں سے ڈر کر یا بعض غیر احمدی دوستوں کی وجہ سے دوسرے بورڈنگوں میں داخل ہونیکی کوشش کرتے ہیں اور والدین کو کسی طرح سے اپنی رائے کے ساتھ متفق کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں لیکن والدین کو خود اسبات کا خیال رکھنا چاہیئے اور انکی اس قسم کی کسی بات پر توجہ نہیں کرنی چاہیئے ایک نوجوان اور ناتجربہ کار انسان بعض اوقات اپنے لئے مفید سے مفید بات کو نقصان رساں سمجھنے لگ جاتا ہے لیکن اس کا ایسا سمجھنا اسے اسقدر ملزم نہیں ٹھیراتا جسقدر اسکے والدین یا سرپرستوں کو ٹھہراتا ہے کیونکہ ان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے علم اور تجربہ سے اسکو نقصانات سے بچانے اور نفع رساں باتوں پر لگانے کی کوشش کریں اور اپنی رائے پر اسکو چلائیں نہ کہ انکی رائے کے پیچھے خود لگ جائیں میری خیال میں کوئی احمدی والدین ایسے نہ ہونگے جو اسبات کو نہ سمجھ سکتے ہوں کہ کالجوں میں طلباء کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اور پھر انہیں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کے ماتحت طلباء کی رہائش اور قیام کا جو انتظام کیا گیا ہوگا۔ اسمیں کہاں تک فائدہ اور نفع ہوگا ہر قسم کی اخلاقی نگرانی کے علاوہ پانچوں وقت نماز باجماعت کا پڑھانا قرآن کریم کا درس دینا اور ہر قسم کے شکوک اور شبہات کا ازالہ کرنا کوئی ایسی باتیں نہیں ہیں جنکے فائدہ کو سمجھنے کے لئے کسی خاص عقل اور فکر کی ضرورت ہو اسلئے کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے بچوں کو احمدیہ ہوسٹل میں داخل کرائیں۔ اور پھر اگر کوئی لڑکا داخل ہونے سے دل چرائے تو اُسے خاص طور پر داخل ہونے کے لئے مجبور کریں۔ پس ہر ایک صاحب جو اپنے بچوں کو اس سال کالجوں میں داخل کرانے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ بہت جلدی سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ لاہور کو اطلاع دیدیں ۔

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور اب بھی بتا دیتا ہوں کہ یہ مضامین حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت لکھے گئے ہیں اسلئے بھی خاص طور پر انکی طرف توجہ اور خیال کرنا چاہیئے ۔

لمعات

قرآن کریم کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونا

ہمعصر وکیل اپنی اشاعت مورخہ ۷ر مئی سنہ ۱۹۱۶ء میں بعبارت ذیل رقمطراز ہے

"جلسہ متعلقہ شیعہ کالج منعقدہ ۲۲-۲۳-۲۴ اپریل بمقام لکھنؤ کے آخری اجلاس میں پیش آیا کہتے ہیں کہ جلسہ مذکورہ کے ہر ایک اجلاس کی کاروائی حسب معمول تلاوت کلام پاک سے ہوئی۔ مگر تلاوت کے وقت کسی شخص کو تعظیماً کھڑے ہونے کی ہمت نہیں ہوئی × × × × × یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ اس سے مذہبی اُمور کے متعلق مسلمانوں اور بالخصوص شیعی اصحاب کا عام رجحان طبیعت معلوم ہوتا ہے اور خدا کے پاک کلام کی جو عظمت انکے دلوں میں باقی رہگئی ہے اسکی حقیقت عیاں ہوتی ہے"

ہمارا خیال ہے کہ تلاوت قرآن مجید کے وقت کھڑے ہونا یہ آجکل کے نئے جنٹلمینوں نے عیسائیوں سے لیا ہے۔ ورنہ کتاب و سنت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن مجید پڑھے جانے کے وقت کھڑے ہو جانا چاہیئے۔ آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں قرآن شریف ہی پڑھا کرتے تھے کیا لوگ آپ کے خطبہ فرمانے کے وقت کھڑے ہو جاتے تھے پھر حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم قضائے حاجت کے بعد آئے اور دیکھا کہ لوگ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ آپ بیٹھ گئے اس جگہ سے بھی پتہ لگتا کہ آپ تعظیم قرآن کے لئے نہ تو خود کھڑے رہے اور نہ دوسروں کو کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ بلکہ خود بھی بیٹھ گئے آہ! مسلمان قرآن کریم کی حقیقی تعظیم سے بے پرواہ ہاں غیر حقیقی تعظیموں کے درپے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی تعظیم اسکے احکام کی فرمانبرداری میں ہے جسے آج لوگوں نے بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ ہمعصر وکیل کے کانوں تک یہ آواز پہنچا دیتے ہیں کہ قرآن کریم کی تعظیم اسکے احکام کی فرمانبرداری میں ہے آؤ اور اسکے احکام کی فرمانبرداری کرو۔ اس اطاعت کی روح پیدا کرنے کے لئے اس زمانہ میں بھی خدا کا مرسل آیا جس کا نام مرزا غلام احمد (علیہ السلام) ہے۔

عیسائیوں کی تبلیغی کوششیں اور ہمارا فرض منصبی

مسلمانو! اے میرے پیارے نبی کے ادعائی شیدائیو! اے وہ قوم جسکے بارے میں قرآن شریف میں ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر جیسی آیت تبلیغی کام کو اہم قرار دینے والی نازل ہوئی ہو ذرا سوچو۔ غور کرو۔ اور آنکھیں کھولکر دیکھو کیا تم نے وہ فرض جو تمہارے ذمے لگایا گیا تھا۔ ادا کیا یا نہیں کیا تم اسوقت اس فرض کو فراموش کر چکے ہو۔ اور ایسا فراموش کر چکے ہو کہ تمہاری یاد دہانی کے لئے دوسری قوموں کی کوششیں اور انکی ترقی کافی ہے تم آنکھیں کھولکر دیکھو کہ انکی کوششیں ان تھک ہیں۔ اور انکی ترقی ایک سیلاب کی طرح بہہ رہی ہے حالانکہ نہ تو تبلیغ ان کا فرض ٹھہرایا گیا ہے۔ اور نہ حق ان کے پاس ہے مسیحی مذہب کے متعلق ناظرین کا مندرجہ ذیل سطور پڑھنا ممکن ہے کسی کے اپنے فرض کو شناخت کرنے کا موجب ہو تبلیغ کے متعلق جو کوششیں مسیحی قوم کر رہی ہے وہ فارن بائبل سوسائیٹی کے ۱۷ر جنوری سنہ ۱۹۱۶ء کے اجلاس سے ظاہر ہے جسمیں پاس ہوا کہ نئے عہد نامے کی پانچ لاکھ جلدیں ایسی چھاپی جائیں جن کی قیمت فی جلد ایک آنہ ہو۔ دو لاکھ جلدیں ایسی ہوں جنکی قیمت فی جلد دو آنہ ہو۔ دو آنہ فی جلد والی انجیل کی ۷۵ ہزار جلدیں ہندوستانی کاغذ پر طبع ہوں اسکے علاوہ یہ بھی منظور ہوا۔ کہ چار لاکھ پانچ ہزار جلدیں فرنچ زبان میں اور ڈیڑھ لاکھ روسی زبان میں چھاپی جائیں ان کے علاوہ انجیل کی ۴۰ ہزار جلدیں غیر زبانوں میں چھاپنے کی منظوری ہوئی۔ گویا پندرہ لاکھ جلدوں کے چھاپنے کی منظوری ہوئی۔ اب سنئیے۔ کہ اس قوم نے صرف ایک ملک جاپان میں کسقدر ترقی کی ہے۔ اسکے لئے پادری جے ڈبلیو بکی کے اس مضمون کی چند سطور ملاحظہ ہوں۔ جو انہوں نے حال کے جلسہ لاہور میں پڑھا ہے وہ بتلاتے ہیں:-

"پچاس سال سے کم عرصہ ہوا۔ جبکہ مسیحیوں کے برخلاف حکم ہوا۔ اور حکام جاپان نے انکی شناخت اور گرفتاری کے لئے انعام مقرر کیا۔ مگر تاہم گذشتہ پچاس سال میں ایک لاکھ پچاس ہزار سے زیادہ لوگوں نے دین مسیحی قبول کیا۔ پچھلے بیس سالوں میں پروٹسٹنٹ فرقہ کی آبادی بمقابلہ اور آبادی کے چھ گنا بڑھ گئی۔ پچھلے سال عیسائی میٹنگوں میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار آدمی شریک ہوئے۔ اور پانچ ہزار سے زیادہ آدمی بطور متلاشیان درج ہوئے"

اے قوم! یہ مذاہب باطلہ کی ترقیاں تیرے لئے تازیانہ کا حکم رکھتی ہیں۔ تیرا یہ فرض ہے کہ تو اس سے سبق سیکھے۔ اور کام میں لگ جائے اے قوم! اُٹھ اور وہ صحابہ کا زمانہ دنیا کی نظروں میں پھر لادے۔

ہمعصر اخبار آگرہ کا اسلام کو سلام

آگرہ اخبار میں مفصلہ ذیل نوٹ دُلھنوں کے لئے اشتہار بازی پر شائع ہوا ہے:-

"اور پھر یہ کسقدر شرمناک بات ہو کہ بیوی چاہتی ہے اس کا شوہر حسین۔ تعلیم یافتہ۔ دولتمند اور تندرست ہو اور میاں چاہتا ہے کہ اسکی بی بی خوبصورت لکھی پڑھی ۱۴-۱۵ برس کی دولتمند اور خوب سیرت ہو۔

اگر اسلامی تہذیب کا انجام یہی ہے تو آگے چلکر مغربی تقلید مسلمانوں کو اس بات پر مجبور کریگی کہ وہ اس حد معلومہ سے بھی آگے نکلیں۔ میاں بی بی کو اپنی آنکھ سے اور بی بی میاں کو اپنی آنکھ سے دیکھے۔ اور محض اشتہاروں پر اکتفا نہ کیا جائے۔ مسلمان غور کریں کہ اس حد سے گذر جانے کا نام بدتہذیبی ہے یا تہذیب۔ اگر تہذیب اسی کا نام ہے تو ہمارا ایسی تہذیب کو ابھی سے سلام ہے"۔

میں نہیں سمجھتا کہ جب ہر ایک شخص کی یہ فطری خواہش ہے کہ وہ ایسی بی بی کو اپنی آئندہ زندگی کا رفیق بنائے جو ذات الدین وذات الجمال ہو۔ تو اس خواہش کے اظہار میں کیا حرج ہے۔ کیونکہ حرج تو اسی بات میں ہو سکتا ہے۔ جو اسلام کے خلاف ہو کیا اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ بیمار۔ بدصورت اور جاہل عورتوں سے شادی کیجائے۔ پھر ہمدردان ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اسلامی تہذیب کا انجام یہی ہے تو آگے چلکر میاں کی خواہش ہوگی بی بی کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیں۔ میں لائق ایڈیٹر صاحب سے عرض کروں گا کہ تہذیب کے انجام کے انتظار کی ضرورت نہیں ابتدا ہی سے شریعت نے اجازت دی ہے کہ مرد جس عورت سے نکاح چاہتا ہے اُسے آنکھ سے دیکھ لے۔ بلکہ ہو حدیث جس میں آنکھ سے دیکھ لینا ضروری قرار دیا ہے"۔ المسلم

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قال لرجل تزوج امرءۃ انظرت الیھا قال لا قال اذھب فانظر الیھا (بلوغ)

پس اس اجازت شریعت کا نام بدتہذیبی رکھنا اور یہ کہنا کہ ہمارا دور سے سلام ہے۔ اسلام سے نفرت کا اعلان کرنا ہے۔ ہمارے معزز ہمعصر پر سافراگرہ کا سایہ تو نہیں پڑ گیا۔ خدا بچائے ؂

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ والی دُعا

۲۵۔ اپریل کے الفضل کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے ۱۲۔ مئی کے اہلحدیث کے دو تین کالم لکھے ہیں۔ پہلا اعتراض ان کا یہ ہے کہ ۲۵ر اپریل کے بدر میں ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اسکی بنیاد خدا کیطرف سے ہے۔ رات کو توجہ اسطرف تھی۔ الہام ہوا۔ اجیب دعوۃ الداع۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ڈائری ۱۴ر اپریل کی ہے۔ اور اشتہار جو آخری فیصلہ کے عنوان سے ثناء اللہ کے لئے حضرت اقدس نے تحریر فرمایا تھا۔ وہ اس الہام کے بعد ۱۵۔ اپریل کو لکھا گیا ہے۔ (جیسا کہ فیصلہ خدائی بر مسلمات ثنائی میں اس مضمون کے دئیے ہوئے عکس سے نیز خود اخبار بدر و الحکم و ریویو آف ریلیجنز میں الہام کی دی ہوئی تاریخ سے کہ وہ ۱۳۔ ۱۴۔ اپریل کی درمیانی شب کا ہے ثابت ہے) پس یہ الہام اس آخری فیصلہ کی دعا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتا ؂

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ بیشک مفسد کی عمر زیادہ ہوتی ہے مگر ثناء اللہ کی عمر قریبہ ۵۰ سال ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کی ۸۰ سال عمر ہوئی ؂

اس کا جواب یہ ہے کہ زیادتی عمر کس کی نسبت سے ہے۔ اگر تو مفسد وہ ہوتا ہے جسکی عمر آپ کی عمر یعنی ۵۰ سال سے بڑھ جائے تو ہر ایک اہل حدیث جس کی عمر ۵۰ سال سے متجاوز ہوگی۔ آپ کے فتویٰ کے نیچے آئیگا۔ اور اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی عمر کے برابر یا اس سے زیادہ جو عمر پائے وہ مفسد ہوتا ہے تو پھر اپنے شیخ الکل کا فکر کریں اور ان کے جانشین مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی کا بھی۔ اور اگر مقابلہ سے بعد مہلت دیا جانا مُراد لیا جائے۔ تو پھر یمدھم فی طغیانھم یعمھون کے مصداق جناب والا ہی اپنے قول کے مطابق بن رہے ہیں ؂

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت صاحب کو الہام ہو چکا ہے۔ اجیب کُل دعاءِ ک۔ پس یہ دُعا کیوں مقبول نہ ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ یہ دُعا قبول ہوئی اور ضرور ہی ہوئی سچے جھوٹے میں خود ثنائی مسلمات کے مطابق فیصلہ بھی ہو گیا۔ اور وہی زندہ رہا۔ جس نے کہا تھا کہ عمرو مہلت تو جھوٹوں کو ملا کرتی ہے۔ دوم یہ کُل دُعا رک تو اس وقت کی تمام دعاؤں کے متعلق ہے جو دوران مقدمہ بالشکار میں کی گئی تھیں یہ مُراد نہیں کہ ساری عمر کی کل دُعائیں۔ جیسے علیٰ کل جبل سے تمام روئے زمین کے پہاڑ مُراد نہیں اور واتینٰہ من کل سببًا میں موجودہ اسباب و سامان داخل نہیں ؂

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ عبدالحق غزنوی سے حضرت صاحب نے مباہلہ کیا۔ آپ فوت ہو گئے اور وہ اب تک زندہ ہے۔

جواب یہ ہے۔ کہ کوئی مُباہلہ اُن کے ساتھ نہیں ہوا وہاں تو حضرت صاحب نے صرف اپنے لئے ایک دُعا کی تھی۔ جس کا مضمون صرف یہ تھا کہ میں صادق ہوں تو کامیاب ہوں۔ سو دیکھ لو آپ کامیاب ہوئے۔ اور عبدالحق اس کامیابی کو دیکھ دیکھ کر دُکھ میں پڑنے کے لئے زندہ رہ گیا ؂

یہ فریق ملزم کون ہے؟

ناظرین الفضل یہ خبر پڑھ چکے ہیں۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی عبدالحق صاحب دونو پر سو سو روپیہ عدالت نے جرمانہ کیا ہے۔ اس خبر کو اہلحدیث میں مولوی فاضل ابوالوفا صاحب یُوں لکھتے ہیں کہ:۔

"جس شخص (عبدالحق) نے فتویٰ کُفر اور مباحثہ جیل پور کی حقیقت کا اشتہار شائع کیا تھا اُسکو یک صد روپیہ جرمانہ ہُوا۔"

خوب آگے چلئے۔ دوسرے مقدمہ میں بھی فریق ملزم پر سو روپیہ جرمانہ ہُوا۔ یہ فریق ملزم کون شخص ہے اور اس کا کیا نام ہے یہ غالباً کسی اگلے اہلحدیث میں بتایا جائیگا

پھر آپ فرماتے ہیں کہ مسلمانان امرتسر نے مصالحت کے لئے کوشش کی مگر ضدی طبائع نے انکار کر دیا یہ فقرہ بھی تشریح طلب ہے کیونکہ ہمنے سُنا ہے کہ عدالت نے فیصلہ دینے سے پہلے فریقین کو مصالحت کی مہلت دی تو انکار کرنیوالے صاحب مولوی ثناء اللہ ہی تھے۔ اور شیعہ والے مقدمہ کی نسبت بھی اہلحدیث میں ہمنے یہی پڑھا تھا کہ شیعہ وفد آیا کہ آپ صلح کر لیں مگر آپنے انکار کیا۔ پس یہ ضدی طبائع والے کون لوگ ہیں ؂

مردے از غیب بروں آید

اس کے بعد اہلحدیث بریلوی اور بدایونی مقدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

" خدا کرے کوئی مُصلح پیدا ہو کر مسلمانوں کی خصومتیں دُور کرے آہ! ؎
مردے از غیب بروں آید و کارے بکند "

بھُولے ہوئے دوست ادھر آ۔ کہ وہ مرد غیب آسمان سے نازل ہُوا۔ اور تم نے اسکی قدر نہ کی۔ اسلئے ان خصومتوں میں مبتلا ہو۔ وہ وقت اگر ہاتھ سے کھو چکے ہو تو آؤ مصلح موعود کے ہاتھ پر ہی اپنی اصلاح اور باہم صلح کر لو۔ تم ہو یا بعد علم آنے کے بغاوت اختیار کرنیوالے حامیان پیغام دونوں سے یہی خطاب ہے ؂

مذہب کو بدنام نکرو

حسرت موہانی کو للت پور میں نظر بند رہنے کا حکم دیا گیا ہے حسرت کا آج ایک خط آیا جس سے ان کا مستقل ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسے حکم کی تعمیل سے کہ جو بغیر اظہار جرم و موقع تردید سزا دیتا ہے قطعی انکار کرینگے۔ چاہے خدانخواستہ جیل ہو حسرت لکھتے ہیں کہ "ایسے حکم کا بلا چُون و چرا منظور کر لینا بجائے خود ایک گناہ ہے۔ جسکے ارتکاب کی مذہب اجازت نہیں دیتا۔"

مذہب کا تو حکم یہ ہے کہ اپنے حاکم کی فرمانبرداری کرو حسرت صاحب اس حکم کی اطاعت کرتے تو ان کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ اپنے بادشاہ کی حکم عدولی کسی صورت میں جائز نہیں۔ یہی اسلام کا حکم ہے ؂

دوستو!

انجمن ترقی اسلام کیطرف توجہ کرو

انجمن ترقی اسلام جو کام کر رہی ہے۔ اسکی نسبت احباب کو اخبارات کے ذریعہ پورا علم ہو چکا ہوگا۔ ترجمۃ القرآن۔ مبلغین۔ مدرسہ مبلغین۔ ٹریکٹوں۔ رسالوں۔ جلسوں۔ مدارس۔ خط و کتابت وغیرہ کے ذریعہ اشاعت اسلام کے کام میں مصروف ہے مگر ان کاموں کے لئے روپیہ کی سخت ضرورت ہے اور کافی روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کاموں میں روک واقع ہو رہی ہے۔ احباب نے ابھی انجمن ترقی اسلام کے چندہ کی طرف پورے طور پر توجہ نہیں کی جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے، کہ انجمن ترقی اسلام کے بہت سے کام معرض التوا میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور جو کام شروع ہو چکے ہیں۔ ان کے سرانجام دینے کے لئے بعض اوقات سخت دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان دقتوں کے رفع کرنے کے لئے یہ تجویز کی گئی تھی کہ احباب اس چندہ کے علاوہ جو وہ صدر انجمن احمدیہ کے لئے دیتے فی روپیہ ترقی اسلام کے لئے باقاعدہ دیا کریں۔ اور زمیندار احباب ایک سیر فی من کے حساب سے اس فنڈ میں چندہ دیں مگر ابھی تک پورے طور پر احباب نے اس تجویز پر عمل نہیں کیا۔ حالانکہ جب تک ہر ایک احمدی اپنا یہ فرض نہیں سمجھیگا کہ وہ تجویز مذکورہ بالا کے مطابق ترقی اسلام کے فنڈ کی اعانت کرے تب تک ترقی اسلام کا کام نہیں چل سکتا۔ انجمن کب تک آپ صاحبان کو جگاتی رہیگی۔ دو سال سے تم دیکھ رہے ہو کہ انجمن ترقی اسلام زیر ہدایت حضرت خلیفۃ المسیح اشاعت اسلام کے لئے کیا کیا کوششیں کر رہی ہے مگر ہم ہیں کہ ابھی تک ہم کو اس کی ضرورتوں کا احساس ہی نہیں ہوا۔ اور ہمنے اس کام کی اعانت کی طرف جیسا چاہیئے تھا۔ توجہ نہیں کی۔ کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ جن جن مبلغوں کو دور دراز ملکوں اور ہندوستان کے مختلف حصوں اور پنجاب کے مختلف اضلاع میں اشاعت اسلام کے لئے بھیجا ہوا ہے انکو ان دور دراز علاقوں میں بھیجکر پھر ان کو فراموش کر دیا جائے۔ اور اُن کے اخراجات کا کوئی فکر نہ کیا جاوے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ جو مبلغ اپنے بیوی بچوں سے جدا ہو کر تبلیغ کے لئے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ اُن کے بال بچوں کے اخراجات کا کوئی فکر نہ کیا جاوے کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ ہمارے جو مبلغ ہندوستان و پنجاب کے مختلف علاقوں میں تبلیغ اسلام کر رہے ہیں وہ ہم کو لکھیں کہ ہمارے پاس خرچ نہیں۔ روپیہ بھیجو اور ہم ان کو یہ جواب دیں کہ اس وقت خزانہ میں روپیہ نہیں کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ جن احباب کو انجمن نے دور کے ملکوں میں بہت سا خرچ اُٹھا کر بھیجا ہوا ہے وہ ہم کو لکھیں کہ جب تک چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ہمیں نہ دئے جائیں۔ اشاعت اسلام کا کام نہیں ہو سکتا اور ہم انکو یہ جواب دیں کہ ٹریکٹ نہیں بھیجے جا سکتے۔ کیونکہ ہمارے پاس روپیہ نہیں۔ اگر آپ کو یہ باتیں پسند نہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ میں سے ہر ایک نے اپنے آپ پر یہ لازم نہیں کر لیا کہ وہ اپنی آمد میں سے علاوہ صدر انجمن احمدیہ کے چندہ کے ایک پیسہ فی روپیہ باقاعدہ ادا کرے یا زمیندار احباب ایک من غلہ میں سے ایک سیر اس غرض کے لئے علاوہ صدر انجمن احمدیہ کے چندہ کے ادا کریں۔ آپ ہی بتائیں انجمن کس طرح آپکے دل میں ان ضرورتوں کا احساس پیدا کرے اور کس طرح آپکے دل میں چندہ کا جوش پیدا کرے۔ کیا آپ اس زمانہ کو غنیمت نہیں سمجھتے۔ خدائے تعالیٰ نے ہم کو ثواب حاصل کرنے کا موقعہ دے رکھا ہے۔ اور خدا تعالیٰ بہت صبر سے انتظار کر رہا ہے کہ ہم اس راہ میں روپیہ خرچ کر کے ثواب حاصل کریں مگر ہم اس موقعہ کو غنیمت نہیں سمجھتے۔ خدا تعالیٰ کب تک اپنے کاموں کو ہماری خاطر روکے رکھیگا اُٹھو اب موقعہ ہے۔ فائدہ اُٹھا لو۔ اس وقت انجمن ترقی اسلام کو روپیہ کی ضرورت ہے۔ صدر انجمن احمدیہ کے لئے ضرورت ہے۔ اور یہ دونوں انجمنیں آپ صاحبان کو پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ آؤ اب موقعہ ہے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ اگر ہم اس آواز پر کان نہیں دھرینگے۔ اور صرف اپنے کاموں میں ہی مصروف رہینگے۔ اور اسلام کے کام کو پس پشت ڈال دینگے تو خدا تعالیٰ اپنے کام تو ہر حالت میں پورے کر ہی دیگا مگر ہم کو یہ موقعہ پھر نہیں ملیگا۔ یہ بیج ڈالنے کا موسم ہے اس وقت جتنا بیج بونا چاہتے ہو۔ بو لو۔ جب موسم گذر گیا اور ہمنے بیج نہ بویا تو ہم پر افسوس! اے خدا۔ تو ہمیں توفیق دے کہ ہم نہ صرف اپنی جان اور زبان سے بلکہ اپنے مال سے بھی اسلام کی خدمت کر کے فلاح دارین کے وارث ہو جاویں۔ بھائیو! بعض تم میں سے ہے کہ انہوں نے اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر اپنی زندگیوں کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا۔ کیا ہم اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ اپنے مال سے ہی ان مجاہدین کی امداد کریں اور انکے اہل و عیال کی خبر گیری کریں۔ پس بھائیو۔ اٹھو۔ اور اپنے نفسوں پر باقاعدہ چندہ بھیجنا لازم کر لو۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے، کہ اسکا ہیں وہ بہت بہت اجر دیگا۔ کیا اس وقت تم نے نہیں دیکھ لیا کہ آج سے چند ماہ پہلے تمنے زمین میں چند دانے بطور بیج کے ڈالے تھے۔ اور آج تمہیں ان چند دانوں کے عوض منوں غلہ ملا ہے پس کیا تم اس سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ تمہیں اس وقت کہتا ہے کہ اشاعت اسلام کی سرزمین میں دانے ڈالو تم کو بڑھ چڑھ کر بدلا دیا جائے گا۔ پس کیا وجہ ہے کہ تم اس نیک زمین میں بیج ڈالنے میں سستی کرتے ہو یہ بہت وسیع زمین ہے۔ جتنا چاہو۔ بیج ڈال دو۔ ہل چلانے کی بھی ضرورت نہیں۔ پانی دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ کھیت کی حفاظت کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف بیج ڈالنے کی ضرورت ہے، اور تمہیں اسکے عوض میں ایسا پھل ملیگا جسکے ساتھ تمہارے بیج کو کچھ نسبت نہ ہوگی۔ تم شکایت کیا کرتے ہو کہ ہمارے پاس بونے کے لئے کافی زمین نہیں۔ لو۔ اب وسیع زمین تمہارے سامنے ہے۔ اس میں بیج ڈالو اور پھل پاؤ۔

میں اسجگہ یہ بھی ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نہ صرف آئندہ باقاعدہ طور پر مجوزہ چندہ بھیجو یا اس سے بڑھ کر۔ بلکہ اب تک جو تمنے کوتاہی کی ہے اسکی تلافی کی بھی کوشش کرو۔ اور وہ اسطرح ہو سکتی ہے کہ علاوہ تجویز کردہ چندہ کے یکمشت روپیہ بھیجکر اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرو جو ہمارے کافی طور پر توجہ نہ کرنے کی وجہ سے واقع ہو گئی ہے۔ اور ان یکمشت چندوں کی نہ صرف ترقی اسلام کو ضرورت ہے۔ بلکہ صدر انجمن کو بھی سخت ضرورت ہے۔ کیا آپ صاحبان توجہ کرینگے۔ کیا سیکرٹری صاحبان ان امور کی طرف توجہ کرینگے۔ اللہ تعالیٰ انکو توفیق بخشے۔ اور پھر جزائے خیر عطا فرماوے۔ آمین

شیر علی۔ سیکرٹری ترقی اسلام
و اسسٹنٹ سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ ۹ مئی ۱۹۱۶ء

غیر مبایعین کا اپنے مجوزہ مباحثہ سے فرار

روزانہ پیسہ اخبار اور الفضل قادیان میں اس امر کا ایک سے زائد مرتبہ ذکر آچکا ہے کہ ابتدائے جولائی ۱۹۱۵ء میں مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کی طرف سے چیلنج آیا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب اور حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح قادیان کی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تین اہم مختلف فیہ مسائل پر بالمقابل تقریریں ہو جائیں۔ چنانچہ اس چیلنج کو حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے اسی وقت منظور کیا گیا۔ اور مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کی حسب منشاء حضرت صاحبزادہ صاحب نے مسائل مجوزہ یعنے مسئلہ کفر و اسلام و مسئلہ نبوت مسیح موعود و مسئلہ خلافت احمدیہ میں مدعی ہونا بھی منظور کر لیا اور تین تاریخیں ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ جولائی ۱۹۱۵ء تقریروں کے لئے بھی تجویز کر دیں۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کی اصل غرض چونکہ وہ نہ تھی۔ جو انہوں نے اپنے چیلنج میں ظاہر کی تھی۔ بلکہ انہوں نے اس موقعہ پر اپنی طرف سے ایک چالاکی کی تھی۔ کہ صاحبزادہ صاحب بوجہ خرابی حلق کے جس کے معالجہ کے لئے لاہور تشریف لے گئے تھے۔ تقریر کرنے سے بالضرور عذر کریں گے۔ تو ہم اس سے فائدہ اٹھا کر فتح کا اعلان کر دیں گے۔ اس لئے مولوی محمد علی صاحب اور ان کے دوستوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے بالمقابل تقریروں کے چیلنج کی اس خلاف توقع منظوری کو دیکھ کر باوجود ہمارے سخت اصرار کے بقیہ شرائط کے تصفیہ سے پہلو تہی شروع کی۔ اور آخر بہانہ کیا کہ شرائط قادیان اور لاہور سے ڈاک کے ذریعہ طے ہوں بہت سی خط و کتابت کے باوجود جب کوئی معتد بہ نتیجہ نہ نکلا تو حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح قادیان کے قائم مقام ۸۔ دسمبر ۱۹۱۵ء کو لاہور پہنچے۔ اور فریق ثانی سے تصفیہ شرائط کا جائز مطالبہ کیا۔ تین چار روز کی گفتگو میں جب کوئی صورت تصفیہ کی نظر نہ آئی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے فریق نے دیکھا کہ فریق ثانی گھر میں بیٹھ کر ناحق وقت گزارتا ہے اور بات بات میں راہ فرار اختیار کرتا ہے تو آخری نوٹس مولوی محمد علی صاحب کے قائم مقاموں کو یہ دیا کہ جلسہ سالانہ سے فارغ ہو کر امرتسر میں چلو۔ تاکہ تم کو تصفیہ شرائط کا خیال تو پیدا ہو۔ فریق ثانی کو چونکہ مولوی محمد علی صاحب کے نقص تقریر کی وجہ سے منظور ہی نہ تھا کہ بالمقابل تقریریں ہوں۔ اس لئے نہ انہیں سے کوئی امرتسر آیا۔ اور نہ انہوں نے آکر ہم سے تصفیہ شرائط کیا۔ الفضل میں یہ روئداد چھپ چکی تھی۔ فریق ثانی کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ اس لئے فریق ثانی نے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی وساطت سے ۱۷ر فروری ۱۹۱۶ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں پہلی تجویز (بالمقابل تقریروں) کی بجائے ایک دوسری اور بالکل نئی صورت یہ پیش کر دی کہ مباحثہ تحریری ہو۔ اور صرف مسئلہ نبوت مسیح موعود کے متعلق ہو۔ ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ یہ تجویز بھی منظور ہے مگر مباحثہ ساتھ کے ساتھ کسی اخبار میں چھپتا جاوے۔ جس پر ۱۵ر مارچ ۱۹۱۶ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ڈاکٹر صاحب نے شائع کرایا کہ ڈپٹی عبد اللہ آتھم اور حضرت مسیح موعود کے مباحثہ امرتسر کی شرائط کے مطابق یہ مباحثہ منظور کیا جائے تو ہم مباحثہ کریں گے ورنہ نہیں۔ چونکہ ہم کو یوں بھی مباحثہ کرنا منظور تھا۔ اس لئے ہم نے یکم اپریل ۱۹۱۶ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں معہ مسودہ شرائط کے اسکی بھی منظوری دے دی تھی۔ اور ہم کو توقع تھی کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اب کوئی نیا عذر و بہانہ نہ کریں گے۔ اور حضرت مسیح موعود کی نبوت پر تحریری مباحثہ ہو جائے گا ۔

لیکن ہمارے ناظرین اس امر کو معلوم کر کے حیرت زدہ ہونگے کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب جیسی پوزیشن کا آدمی ایک چیلنج دیتا ہے اسکی ہماری طرف سے منظوری ہوتی ہے۔ مباحثہ کے شرائط مطابق ان کے کہنے کے وہی مان لئے جاتے ہیں جو عبد اللہ آتھم اور حضرت مسیح موعود کے مباحثہ امرتسر میں تھے۔ مگر وہ نہایت سادگی سے ۱۲۔ اپریل ۱۹۱۶ء کے پیسہ اخبار میں ایک اور اعلان کرتے ہیں جس میں بالکل نئی شرطیں معہ بالکل نئے مباحث تجویز کرتے ہیں۔ اور کوئی وجہ نہیں بتاتے کہ پہلا چیلنج جو ہم منظور کر چکے ہیں۔ اس سے اب ڈاکٹر صاحب کیوں بھاگتے ہیں۔ اور پہلی شرطیں جو ہم موجب ان کے کہنے کے منظور کر چکے ہیں ان سے وہ کیوں فراری ہیں۔ کیا ڈاکٹر صاحب کا فریق ہمیشہ چیلنج ہی دیتا رہے گا۔ اور کبھی میدان مباحثہ میں نہیں آئے گا۔ اس سے پیشتر تین چار چیلنج ہم نے منظور کئے۔ اور ہر مرتبہ ہی یہ لوگ بھاگ گئے اور نئی سے نئی شرائط پیش کرتے رہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ یونہی تضیع اوقات کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں کہ کتنا کتنا وقت ضائع ہو کر ایک ایک چیلنج کا فیصلہ ہونے کو آیا۔ اور ان کا فریق ہر مرتبہ خرگوش کی طرح بھاگ کر نکل گیا۔ ڈاکٹر صاحب! آپ عقلمند ہیں خود غور کریں کیا یہ فیصلہ کرنے کا طریق ہے۔ مجھ کو خیال تھا کہ آپ نے جو یہ چیلنج دیا ہے۔ آپ اس پر ضرور پکے رہیں گے۔ مگر آپ نے تو بالکل بچوں کی طرح حرکت کی کہ خود ہی ایک چیلنج دیا خود ہی اسکی شرائط مقرر کر دیں۔ اور جب اس کی منظوری ہو گئی تو نئے مسائل اور نئے شرائط کا ایک اور اعلان کر دیا۔ اور لطف یہ کہ آخر میں یہ بھی نوٹ کر دیا کہ ہمارا فریق انہی شرائط پر اور انہی مسائل پر بحث کرنا چاہتا ہے۔ اس کے سوا کوئی شرط اور کوئی مبحث منظور نہیں کر سکتا۔ اور نہ کوئی گفتگو سننا چاہتا ہے۔ اور اتنا نہ سوچا کہ شرائط فریقین کی رضامندی سے فیصلہ ہوا کرتے ہیں نہ ایک فریق کے حکم سے ۔

ڈاکٹر صاحب ہم تو ابتداء سے سمجھتے ہیں کہ آپکا فریق نہ مباحثہ کرنے کو آمادہ ہے۔ اور نہ اس میں مباحثہ کی قابلیت ہے۔ اور اگر ہمارا یہ گمان صحیح نہیں تو آپ پہلے اپنے پہلے چیلنج کے مطابق مباحثہ کر لیجئے۔ جس کی کئی بار منظوری بھی ہو چکی ہے۔ اگر یہ مباحثہ ہو گیا تو اس کے بعد آپ کے دوسرے چیلنج پر بھی ہم لبیک کہنے کو طیار ہیں مگر اسوقت پہلے منظور کردہ چیلنج کو چھوڑ کر اس دوسرے چیلنج کی بحث میں پڑنا یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ کے فریق کو پھر فرار کرنے کا موقعہ دے دیا جاوے ۔

(۲) اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ "حسب قرارداد سابق مباحثہ لاہور میں ہو گا" یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی

ایسی قرارداد اس سے پہلے آج تک طے نہیں ہوئی۔ جسمیں یہ قرار پایا ہو کہ مباحثہ لاہور میں ہوگا۔ اگر ایسی قرارداد ہوئی ہو تو آپ اس کا حوالہ دیں۔ دوم۔ آپ یاد رکھیں کہ آپ کو آپکے چیلنج پر محدود رکھا جائے گا۔ جو یہ ہے کہ مباحثہ حضرت مسیح موعود کی نبوت پر ہوگا۔ کیونکہ اس سے باقی کل مسائل طے ہو جاتے ہیں۔ آپ کا اس چیلنج کے باہر جانا یہ معنے رکھتا ہے کہ آپ ہر طرح راہ فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں ÷

(۳) اور یہ جو آپنے لکھا ہے کہ مباحثہ کی صرف یہی صورت ہوگی کہ پرائیویٹ طور پر ایک مکان میں جسمیں صرف صدر نشین، مناظرین اُن کے معاون اور محرر ہونگے فریقین اپنی اپنی تقریریں تحریر کرا دینگے۔ اور ان کے سوا اور کوئی شخص نہ ہوگا ۔"

یہ ایک ایسی تجویز ہے کہ جسکو دُنیا میں کوئی دانا بھی مناظرہ یا مباحثہ نہیں کہہ سکتا۔ جب مباحثہ آتھم کی شرائط پر مناظرہ کرنے کا آپنے ہمکو چیلنج دیا۔ اور ہم نے اُسے منظور کر لیا تو اب آپ کا حق نہیں کہ منظور کردہ شرائط سے انحراف کریں ÷

(۴) آپ کا یہ کہنا کہ فریقین کیطرف سے دو دو صد آدمی بھی شامل نہ ہوں یہ اس قرارداد کے بھی مخالف ہے جو آپکے فریق کے قائم مقامان مرزا خدا بخش صاحب اور حکیم محمد حسین صاحب نے اپنی چٹھی میں منظور کی ہوئی ہے۔ اگر یاد نہ ہو تو ۱۴ دسمبر ۱۹۱۵ء کا ضمیمہ اخبار پیغام صلح ملاحظہ کریں کہ وہ پانچ پانچ سو آدمی کے شامل ہونے کو بھی منظور کر چکے ہیں۔ اور آپ ہیں کہ دو دو صد کے شامل کرنے سے بھی ڈرتے ہیں ÷

(۵) مباحثہ آتھم کی طرح سائل اور مجیب ہونا ہمکو منظور ہے۔ مگر اسی طرح جیسا کہ اس مباحثہ میں تھا۔ اسطرح فریقین میں ہر طرح مساوات بھی ہو جائیگی ÷

(۶) آخری جواب الجواب کیلئے اصل وقت سے کم وقت دیا جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے اور جب فریقین نے سائل اور مجیب ہونا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ اس میں کسی فریق کو بھی کوئی رعایت نہیں مل سکیگی ÷

(۷) باقی شرائط وہی ہیں جو الفضل مورخہ یکم اپریل ۱۹۱۶ء میں شائع ہو چکی ہیں ÷ فضل دین مختار عدالت بٹالہ

جناب میاں غلام رسول صاحب توجہ فرمائیں

میاں صاحب جو آجکل فیروزپور میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہیں ان سے خلافت اولیٰ کے عہد میں میرے نہایت مخلصانہ تعلقات محبت تھے۔ میرے مضامین میری تصانیف میرے اشعار سے اپنا خاص شغف کا ظاہر فرماتے تھے۔ اور اکثر ہفتہ عشرہ میں ایکبار مجھے ضرور یاد فرما لیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب قیام خلافت ثانیہ کے وقت انہوں نے بیعت نہ کی تو مجھے بڑا تعجب اور پھر نہایت افسوس ہوا۔ پہلے تو میاں صاحب یہ کہتے رہے کہ میں متامل ہوں۔ مگر پیغام بلڈنگس میں مکان رہائش رکھنے کی وجہ سے وہ ہم سے دور ہوتے گئے۔ آخری خط جو میںنے ان کو لکھا۔ اس میں یہ مضمون تھا کہ آپنے اپنی زبان جو اس جھگڑے میں محفوظ رکھی ہے۔ اسکے اجر میں میں امید کرتا ہوں کہ اللہ آپ کو ضائع نہیں کریگا۔ لیکن آپ پر حق کھلنے میں جو روک ہے وہ مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپنے قادیان سے عملی طور پر قطع تعلق کر رکھا ہے۔ پہلے بھی یہاں بہت کم آتے تھے اور اب تو بالکل نہیں آتے۔ اور قادیان کے دشمنوں سے میل ہے۔ حضرت اقدس کی مقرر کردہ مدّوں میں چندہ نہیں دیتے۔ اور ان کے خلاف جو مسجد ضرار لاہور میں قائم ہے اسکی امداد فرماتے ہیں۔ اگر آپ یقیمون الصّلوٰۃ و ممّا رزقنٰھم ینفقون کے ماتحت دُعا کرتے۔ اور انفاق فی سبیل اللہ اپنے محسن وہادی کی ہدایت کے ماتحت کرتے رہتے تو جس تقویٰ سے آپ کام لے رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ لازمی طور پر ہدایت ہے۔

میاں صاحب نے مجھے لکھا کہ میں ہر طرح اہلبیت سے محبوب ہوں (اسبات کا جواب نہ دیا کہ وہ حضرت اقدس کی مقرر کردہ مدّوں میں حصّہ نہیں لیتے۔) البتہ عقائد میری اپنی ملکیت ہیں۔ جن عقائد پر ابتدا سے قائم ہوں انہیں پر رہوں گا۔ مطلب یہ کہ میرے عقائد آپکے عقائد کے خلاف ہیں۔ میں اس فکر میں تھا کہ کسی جہت نیرہ سے یہ ثبوت دوں کہ میاں غلام رسول صاحب کے بھی پہلے وہی عقائد تھے۔ جو ہمارے ہیں۔ اللہ نے سامان کر دیا خود اُن کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک مضمون مل گیا جو میں درج ذیل کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ میاں غلام رسول صاحب اس پر غور فرمادینگے اور اپنی پچھلی اور موجودہ حالت کا موازنہ کرینگے۔ وہ کہاں تھے۔ اور اب کہاں جا رہے ہیں۔ غیر مبائعین جو ہمیں کہا کرتے ہیں کہ مبائعین خلافت ثانیہ نے اپنے عقائد بدل لئے وہ بھی غور فرمائیں۔ مضمون میاں غلام رسول ÷

جواب۔ جناب مرزا صاحب نبی۔ رسول۔ مبشر اور منذر ہیں۔

× × × × × × × × × × × × × × × ×

× × × ان کے منکر کے متعلق التماس ہے کہ میںنے تو اپنی سمجھ کے موافق بہت ہی موزوں جواب عرض کیا تھا کہ آپکے اعتقاد کے بموجب جو مسیح آنیوالے ہیں اسکے منکر اور مکذب کی نسبت جو فتوے آپ قرار دینگے وہی میری طرف سے اس مسیح کے منکر اور مکذب کا سمجھ لیں۔ (اہل سنت وجماعت کا بالاجماع یہی فتویٰ ہے ... کہ مسیح موعود کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے (ایڈیٹر))

سوال۔ قرآن شریف میں حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے مگر مرزا صاحب کا الہام ہے۔ قل یا ایھا النّاس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔ (ب) حدیث شریف لا نبی بعدی۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں میں نبی ہوں۔ رسول ہوں۔ میرا منکر کافر ہے۔

جواب۔ اتمام حجت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ ابوالحسنات مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے رسالہ دافع الوسواس فی اثر ابن عباس کے صہ ۱۲ سطر ۸-۱۰ میں لکھا ہے کہ:- بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یا زمانہ میں آنحضرتؐ کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں۔ بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے۔ چنانچہ ملّا علی قاری رسالہ موضوعات میں زیر حدیث لو عاش ابراھیم لکان نبیًّا کے لکھتے ہیں اے لو عاش لکان من اتباعہ کعیسیٰ وخضر و الیاس فلا ینافی قولہ تعالےٰ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یاتی بعدہ نبی ینسخ ملتہ۔ انتہیٰ

سوال۔ مبشر اور منذر بھی نبی ہوتے ہیں یا کچھ فرق ہے اگر فرق ہے تو کیا؟

جواب۔ اقول و باللہ التوفیق پہلے بھی عرض کیا گیا تھا کہ ایک نسخہ یاد ہونے سے کوئی طبیب نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ ہلدی کی ایک گانٹھ رکھنے سے پنساری ہو سکتا ہے۔ ایک چاول گرسنہ کو سیر نہیں کر سکتا۔ اور ایک قطرہ پانی کا کسی پیاسے کی پیاس

نہیں کہلا سکتا۔ اور اب بھی یہی عرض ہے کہ کسی ایک بشارت یا ایک انذار کا مہبط مبشر اور منذر نبی نہیں کہلا سکتا۔ اور واقعی مبشر اور منذر نبی اور رسول علیہم السلام ہی ہوتے ہیں۔ اور انہیں میں حضرت اقدس ہیں (یعنے زمرۂ انبیاء حقیقی میں داخل ہونے کا ثبوت آپ ہی کے قلم سے نکل گیا)

اعتراض ۔ (۱) خاتم النبیین ہمارا نبی ہے آپکے نزدیک مرزا صاحب خاتم النبیین ہیں۔ کیونکہ ان کے الہامات قطعی اور یقینی مثل قرآن ہیں۔ نبوت ختم نہیں ہوئی ۔

جواب ۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپنے آج تک قرآن کریم میں یا تو دیکھا ہی نہیں کہ خاتم کے ت پر فتح ہے زیر نہیں ہے۔ جو آپ اس کے معنے کرتے ہیں۔ خاتم ت کی زیر سے ہے۔ خاتم کے معنے ہیں مہر کے نہ کہ ختم کرنے والے کے۔ جسکے معنے ہوئے کہ مہر کرنے والے نبیوں پر ۔

اب آپ غور فرمائیں کہ مہر کس غرض سے ہوتی ہے آپ سرکاری کاغذات پر روز مہر لگاتے یا دیکھتے ہیں تو اس سے یہی مراد ہوتی ہے کہ وہ تصدیق ہوتی ہے نہ یہ کہ وہ معاملہ ختم بس کر دیا گیا ہے۔ پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس نبی اور نبوت پر حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مہر تصدیق ہے وہ سچا ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ یہاں خاتم اسم فاعل ہے یا بمعنی اسم مفعول۔ اگر اسم فاعل کی رو سے آپ کا استدلال ہے تو اسکے معنے ہوئے مہر کرنے والا نبیوں پر۔ یعنی مصدق ہے۔ اور اگر بمعنے اسم مفعول ہے تو معنے ہوئے مہر کیا ہے اسپر نبیوں نے۔ یعنی انبیاء اسکے مصدق ہیں۔ اگر آپ اس کے معنے کریں کہ نبیوں کے آخر تو یہ اس حدیث شریف سے غلط ہوتے ہیں۔ انا اولہا وعیسٰی اخرھا۔ پھر اگر یہ کہیں کہ اسکے معنے مطلق مہر کے ہیں نہ اسم فاعل نہ اسم مفعول اور بمعنے آخر۔ تو پھر اس کا حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کسطرح آتا ہے۔ آیا تشبیہاً تو وجہ شبہ کیا ہے اور غرض کیا ہے یا حمل بالمواطات ہے اور اس آیت مہر لینے سے دعوے رسالت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے ۔

سوال ۔ میں مسلمانوں اور مرزائی احمدیوں کا فرق آپکو دکھلاتا ہوں ۔

اوّل ۔ مرزا صاحب نے دعوے نبوت اور رسالت کا کیا جو قرآن کریم سے مخالف ہے۔ اور اس دعوے کے منکر کو کافر بے ایمان لعنتی۔ جہنمی وغیرہ لکھا۔ اور مرزائیوں نے بھی اس دعوے کو قبول کیا ۔

جواب ۔ مرزا صاحب علیہ السلام کے دعوے نبوت پر بحث کرنے سے پیشتر آپ کو خیال فرمانا چاہیئے کہ آخری زمانہ کے مصلح کو جناب خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی نبی فرمایا ہے۔ اور آپ بھی مسیح موعود کو نبی یقین کرتے ہیں۔ تو اگر جناب مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام مسیح موعود ہیں تو پھر دعوے نبوت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ بہر حال مسیح موعود ابعث اللہ بشرا رسولا کی سنت بھی تو پوری ہونی ہی تھی یہ وجہ ہے کہ آپ کی نظر میں یہ دعوے قابل اعتراض ہونا تھا۔ سو ہوا۔ اور حضرت اقدس پر کفر کا فتوے۔ یہ بھی جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا پورا ہونا تھا۔ سو پورا ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک

بالآخر میں میاں صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے بھی یہی عقائد ہیں جو آپنے بیان کئے۔ پس اب آپ فرمائیں کہ مرکز سلسلہ سے قطع تعلق اور انحراف کی کیا وجہ ہے۔ بیعت خلافت کا مسئلہ تو آپ کی راہ میں روک نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ آپ پہلے ایک خلیفہ کی بیعت کر چکے ہیں۔ دوم۔ اگر بیعت نہ بھی کریں تو بھی آپکے تعلقات قادیان والوں سے ہونے چاہئیں۔ اور جو قادیان کی تحریکوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ لازمی طور پر ان سے آپ کو اختلاف اور قطع تعلق محبت رکھنا چاہیئے۔

کیمل پور میں ایک دیوبندی مولوی سے گفتگو

ایک مولوی اکبر حسین دیوبندی ہے۔ جو حضرت صاحب کے خلاف بہت جوش دکھلاتا تھا۔ حافظ جمال احمد صاحب کے ساتھ انکی گفتگو ہوئی ۔

دیوبندی ۔ حدیث میں ابن مریم کی پیشگوئی ہے لیکن مرزا صاحب ابن مریم نہ تھے ۔

حافظ صاحب ۔ اس حدیث میں ابن مریم کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر کیا اسکے آپ یہی ظاہری معنے لیتے ہیں ۔

دیوبندی ۔ ان فقروں کے ظاہری معنے درست نہیں کیونکہ نبیوں کے کاموں میں سے یہ کوئی کام نہیں اسواسطے اس سے مراد مذہب نصاریٰ اور خنزیر صفت لوگ مراد ہیں۔

حافظ صاحب ۔ آپ اس حدیث میں دو فقروں کی تاویل کرتے ہیں کیا ہمارا حق نہیں کہ ہم بھی ایک فقرے کی تاویل کر لیں۔ اور ابن مریم سے کوئی ابن مریم صفات والا آدمی مراد لیں۔ اور پھر ہمارے ان معنوں کی تائید قرآن کریم کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں صریح طور پر مسیح ناصری کی وفات کا ذکر ہے۔ لہذا خدا تعالیٰ نے صفات کے لحاظ سے آنے والے مسیح کو ابن مریم یا عیسےٰ کہا پھر جس صورت میں مسیح ناصری کی وفات قرآن کریم سے صاف طور پر ثابت ہوتی ہے تو اس حدیث سے وہی مسیح ناصری مراد لینا غلطی ہے ۔

پھر حافظ صاحب نے کہا کہ حضرت عیسیؑ کو زندہ تسلیم کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی ہتک ہے۔ وہ اسطرح کہ قرآن شریف میں آتا ہے۔ وما یستوی الاحیاء ولا الاموات۔ کہ مردے زندوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ جس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فوت شدہ اور حضرت مسیح کو زندہ تسلیم کیا جائے تو قرآن کریم کی رو سے حضرت عیسیٰ افضل الرسل ٹھہرتے ہیں ۔

دیوبندی ۔ بعض حالتوں میں مردوں کو بھی زندوں پر فضیلت ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیا ہے :- لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء

حافظ صاحب ۔ یہ آیت تو میری تائید میں ہے۔ کیونکہ اس میں خدائے تعالیٰ موت کو جو مذموم ہے انکی نفی کر کے زندگی ان کی طرف منسوب کرتا ہے بہر حال زندگی ہی افضل ٹھہری۔ دوسرے روز بحث کرنے کا وعدہ کر گیا مگر آدمی بھیجنے پر اس نے مباحثہ سے انکار کر دیا ۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنی چٹ کے نمبر خریداری سے ضرور مطلع فرمایا کریں کیونکہ بغیر نمبر کے نام کی تلاش میں بڑی دقت

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ

(مورخہ ۱۲ مئی سنہ ۱۹۱۶ء)

سورۂ فاتحہ پڑھ کر حضور نے فرمایا۔

انسان کی جنّت اسکے اندر ہے

بہت سے لوگ دنیا میں اس قسم کے پائے جاتے ہیں کہ انکی طبیعت شکر گذاری اور احسان کی شناخت کی طرف مائل نہیں ہوتی۔ جسقدر بھی اُنپر اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہوں یا بندوں کی طرف سے احسان ہوں۔ ان کی تسلی نہیں ہوتی۔ وہ کبھی بھی اپنی حالت پر مطمئن نہیں رہتے۔ علاوہ اس کے اس قسم کی طبیعت کا انسان ناشکری اور احسان فراموشی کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایسے انسان کو کبھی اپنے نفس کے اندر سکھ معلوم نہیں ہوتا۔ جلن ہی لگی رہتی ہے۔ اور ہر وقت اس کے لئے تکلیف اور دُکھ کے دروازے ہی کھلے رہتے ہیں کیسے ہی اعلےٰ درجہ پر پہنچ جائے وہ دُکھ میں ہی ہوتا ہے۔ اور یہ عذاب اُسکی اپنی جان پر ہی ہوتا ہے اگر واقعہ میں بھی کوئی اسے دُکھ دینے والا ہے۔ اگر اس کے حقوق کی حق تلفی کرنے والی کوئی جماعت ہے تو وہ آرام میں ہے۔ اور خواہ مخواہ دُکھ میں ہے اس قسم کی طبائع کبھی خوش نہیں ہو سکتیں۔ بہت مالدار جنکے پاس کروڑوں روپے ہیں ایسے نکلیں گے کہ وہ بادشاہوں کی تنخواہیں دے سکتے۔ لیکن انمیں سے بہت ایسے ہونگے کہ اگر ان سے پوچھو کہ تم مطمئن ہو تو وہ کہیں گے کہ ابھی ہمارا فلاں کام رُکا پڑا ہے۔ فلاں ٹھیکہ پورا ہو جائے تو مطمئن ہو جائیں۔ وہ تمام مال اور دولت جو بنکوں میں جمع ہے اس کے کسی مصرف کا نہیں بلکہ وہ دُکھ میں ہے لیکن یہ دُکھ اس کا خود پیدا کردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہوا۔ مال کے لحاظ سے اوروں پر فضیلت ہے۔ لیکن اس کا دل ابھی اور کی خواہش میں ہے۔ غرض بہت سے لوگ جنت میں ہو کر اپنے آپ کو دوزخ میں ڈالتے ہیں۔ آرام میں ہو کر مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں۔ سکھوں میں ہو کر دکھوں میں ہیں۔ میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ ہر انسان جس جگہ پر ہے اس سے آگے ترقی نہ کرے۔ اسلام تو کہتا ہے ہر وقت آگے بڑھو۔ میرا مطلب یہ ہے۔ کہ جو ترقی بھی وہ کرتے ہیں اس میں انہیں سکھ نہیں ہوتا۔ کڑھنا ہوتا ہے۔ اور کہ ہم ترقی کریں آگے بڑھیں یہ تو مبارک ہے۔ لیکن یہ کہ اپنے آپ کو دکھی سمجھا اسے میں بُرا قرار دیتا ہوں۔ ایک انسان جو اپنی موجود حالت پر خوش ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اسپر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے یا دنیا والوں میں سے کسی کے احسان سے خوش ہے۔ اور اس خوشی میں اور کوشش کرتا ہے اور آگے بڑھنے کے لئے تیاری کرتا ہے تو وہ بہت اچھی بات ہے۔ لیکن جو اپنی حالت کو دُکھ ہی سمجھتا ہے وہ کبھی آرام میں نہیں ہوتا۔ اور احسان فراموشی کے لحاظ سے خواہ خدا کا ہو یا انسانوں کا یہ شخص عذاب کا مستحق ہے ایک لوگوں کے مال چھین لینے والے انسان سے تعلق رکھنے والا انسان کبھی خوش نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک مؤمن مسلمان کا معاملہ تو ایسے خدا کے ساتھ ہے جو رب العالمین ہے انسان تو انسان چھوٹے سے چھوٹے کیڑوں کے ساتھ اس کا معاملہ ایسا ہے کہ حمد ہی حمد اسکی طرف منسوب ہوتی ہے۔ انسان جب ایک گھوڑے یا گدھے کے ساتھ خدا کے معاملے پر غور کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی۔ ذلیل سے ذلیل۔ حقیر سے حقیر چیز خدا کی شفقت اور احسان کے نیچے ہے۔ اکثر انسانوں کی حرص کو دیکھ کر مجھے خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو غلّہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر ربّ کا سب غلّہ ہی پیدا ہوتا تو انسان تمام کو اپنے گھر میں ڈال لیتا۔ اور بیل کو جنگل میں چرنے کے لئے ہانک دیتا۔ اور اسکو ذرا بھی نہ دیتا۔ لیکن اُسے تو رب العالمین نے پیدا کیا تھا۔ انسان کے لئے دانہ اور جانوروں کے لئے تو ڑی نکال دی۔ اب اگر انسان اُسے محروم کرنا چاہے بھی تو محروم کر نہیں سکتا۔ بہر حال اسے دینا ہی پڑے ہر چیز میں یہی حال ہے۔ چیونٹی کو کیسا علم عطا کیا ہے کیسا تمدن دیا ہے۔ بے نظیر تمدن ہے۔ انسان میں بھی وہ نہیں پایا جاتا یہ اس میں فطرتی اور انسان کے اپنے اختیار میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ اس تمدن کے لئے چیونٹی قابل ستائش نہیں لیکن خدا تعالیٰ کی ربوبیت کا پتہ چلتا ہے اگر ایک چیونٹی کو ایک دانہ ملتا ہے تو وہ خود نہیں کھائیگی قوم کے خزانے میں داخل کر دیگی۔ وہاں سے پھر جب کھائیگی تو سب اکٹھی کھائینگی۔ پھر خواہ کوئی زیادہ کھائے یا کم۔ اور لانے کے لئے یہ نہیں کہینگی کہ فلاں زیادہ لائی ہے اور فلاں کم۔ چونکہ ہر ایک نے دیانت سے کام کیا۔ اسلئے ہر ایک کا حق ہے جتنا کھا سکے۔ کھائے یہی تمدن ہے جس نے انہیں بچایا ہوا ہے۔ کیونکہ وہ بہت کمزور جانور ہے۔ بہت سے کیڑے تمدن سے قائم ہیں۔ ان میں انسانوں کی طرح ایک مدنیت ہے۔ اور وہ ان میں فطرتاً پیدا کی گئی ہے۔ شہد کی مکھیوں اور بھڑوں میں اور بہت سے جانور اسی قسم کے ہیں۔ .. ..

.. .. .. کہ ان میں اور اور ذرائع مقرر ہیں۔ مگر ہر ایک کی پرورش کے لئے سلسلہ اور انتظام پیدا کیا ہے۔ غرض حقیر حقیر چیزوں کو دیکھ کر الحمد للہ رب العالمین منہ سے نکلتا ہے۔ حقیر سے حقیر چیز کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کے نیچے لیا ہوا ہے ایسے خدا پر ایمان لانے والا کب خیال کر سکتا ہے کہ میرے ساتھ ظلم کیا جا رہا ہے کیونکہ وہ ہر حالت میں یقین رکھتا ہے کہ میرے ساتھ بہت اچھا معاملہ ہو رہا ہے باقی رہی یہ خواہشیں کہ میں اور ترقی کروں یہ جہنم نہیں ہوتیں یہ خوشی کا موجب ہی ہوتی ہیں۔ اور راحت ہی ہوتی ہیں۔ جہنم سے انسان کی کوئی حالت نہیں رہتی۔ ایک بادشاہ کے رات اور دن جب وہ اپنی حالت پر مطمئن نہیں ہوتا۔ انگاروں پر کٹتے ہیں۔ لیکن ایک فقیر جسکے بدن پر کپڑا نہیں ہے وہ جب اپنی حالت پر مطمئن ہوتا ہے تو وہ بادشاہ ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جنت اور دوزخ انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے انسان ان دونوں کے دروازے کھولتا ہے۔ خود دوزخ کا دروازہ اپنے اُوپر کھولتا اور پھر چیخ پکار کرتا ہے تم خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور حکمتوں پر غور کرو اور غور کرو کہ تمہیں تمام جہان کی مخلوق سے اعلےٰ بنایا ہے تو پھر تم کبھی نہیں کڑھ سکتے۔ اور تمہاری زندگی خوشی کی زندگی ہو سکتی ہے یہ دوزخ تمہاری اپنی پیدا کردہ دوزخ ہے اور جنت بھی تمہاری اپنی پیدا کردہ۔ حدیث میں آتا ہے۔ ہر انسان جو

پیدا ہوتا ہے۔ اس کے لئے جنت میں بھی دوزخ میں بھی محل بنا ہوا ہوتا ہے۔ اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔ وہ دونو محل موجود ہیں تیار کر کے بتا دئے ہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقتوں سے کام نہ لے کر اللہ تعالیٰ پر بدظنی کر کے دنیا میں زندگی بسر کرتا ہے تو وہ ہلاکت اور کفر کی زندگی ہے۔ اور اگر وہ خدا تعالیٰ کے احسانات کو دیکھتا اور انکی قدر کرتا ہے تو اس کے لئے وہی جنت ہے۔ نفس کے اندر جو خوشی پیدا ہوتی ہے بیرونی خوشی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اگر اسکو آگ میں بھی ڈال دیا جائے تو وہ آگ بھی اُسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ بعض دفعہ بیماریاں بھی خوشی کا موجب ہو جاتی ہیں۔ ایک عورت کو ایک بیماری تھی۔ ایک دن حضرت خلیفۃ المسیح اول کے پاس آئی بہت ہنسی پوچھا کیوں ہنستی ہو کہنے لگی۔ میرا بیٹا مر گیا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد پھر آئی۔ اور پھر اُسی طرح ہنسنا شروع کیا پھر پوچھا تو کہا کہ میرا دوسرا بیٹا بھی مر گیا۔ گو اُسے ایک بیماری تھی۔ مگر اس کے لئے راحت ہو گئی۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا۔ اب اگر وہ رنج محسوس کرتی تو اسے اور تکلیف ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اسی لئے تو فرمایا۔ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون انکو خیال ہوتا ہے کہ ہمنے ایسی ہستی کے ہاتھ میں اپنے آپ کو سپرد کیا ہوا ہے۔ جو ظالم نہیں دیکھو اگر مسافر جا رہے ہوں اور انہیں ایک راستہ جاننے والا راستہ بتانے کے لئے مل جائے تو وہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔ ایک اچھے لائق اُستاد کے سپرد لڑکے کر کے لوگ مطمئن ہو جاتے ہیں یہ تو انسانوں کا حال ہے۔ تو رب العالمین۔ رحمان۔ رحیم۔ مالک یوم الدین کے سپرد جو اپنا معاملہ کردے۔ اسکو کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ اسکو خواہ کسقدر تکالیف بھی آویں تو وہ پروا نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ خیال کرتا ہے میرا رہنما مجھے ہر حالت میں جنت کیطرف ہی لیجا رہا ہے بہت لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے نفس پر غور نہیں کیا۔ ان طاقتوں پر غور کرتے۔ جو خدا نے ان میں پیدا کی ہیں وہ ان احسانات پر غور کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان پہ کئے تھے تو اس عذاب میں نہ پڑتے۔ بہت لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم ہلاک ہو گئے تباہ ہو گئے کیوں ہوئے۔ جب خدا نے تمہارے اپنے نفس کے اندر جنت رکھی تھی کہ تم بغیر آنکھیں کھولنے اور ہاتھ پاؤں ہلانے کے اس جنت کو کھول سکتے تھے۔ تکالیف جو آتی ہیں وہ انسان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ وہ خیال کرسکتا ہے کہ یہ مجھے جگانے کے لئے آتی ہیں۔ مثلاً ایک پہاڑ پر چلتے ہوئے ایک شخص سو جاتا ہے۔ اور اس کو اس کا رہبر جگا دیتا ہے۔ تو بے شک اس جگانے سے اسے تکلیف ہوئی۔ لیکن اُسے متنبہ کیا گیا کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ کیطرف سے جو تکلیف آتی ہے وہ بھی ہوشیار کرنے کے لئے ہوتی ہے اور اس سے بتایا جاتا ہے کہ تم اپنے اوپر جنت کے دروازے بند کرنے لگے تھے۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ غرض جو لوگ شکایت کرتے ہیں۔ انکی اپنی غلطی ہے۔ جنت تو ہمارے نفس کے اندر ہے وہ بڑھتی ہے تو اتنی بڑھتی ہے کہ قبر میں بھی ساتھ جاتی ہے۔ محشر میں بھی ساتھ ہوگی۔ اور پھر مستقبل کو بھی آئیگی۔ مگر وہ خدا تعالیٰ پر یقین کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ بہت انسان بدظنی کر کے اپنے آپکو ہلاک کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ پاک ہے۔ انسان کو اس نے اعلیٰ درجہ کی مخلوق پیدا کیا ہے۔ حقیر سے حقیر چیز کی اتنی ربوبیت ہے تو انسان کی کیوں نہ ہو ؛

دعا اللہ تعالیٰ ہمیں اور دوسرے بھائیوں کو توفیق دے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کو سمجھیں اور اس دنیا سے اصل جنت کو حاصل کریں ؛ اللّٰھم ربنا آمین

مدراس کا دوسرا سفر (نمبر ۳)

مدراس پہنچنے پر خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ کام عمدگی سے پورا ہو جسکے واسطے کہ عاجز یہاں بھیجا گیا ہے۔ اور اب میں انگریزی ترجمۃ القرآن پارہ اول کی روانگی کا انتظام کر رہا ہوں۔ پارہ اول کیواسطے جو آرڈر آئے ہوئے ہیں۔ انکی تعمیل یہاں سے ہی ہو رہی ہے قریباً تین ہزار پارہ روانہ ہو چکا ہے ؛

پارے کے متعلق جو کام ہو رہا ہے اس سے مجھے فرصت نہیں ہوتی کہ کوئی اور کام کیا جائے اور نہ اس دفعہ یہاں آنا تبلیغ کے لئے ہے تاہم کبھی کبھی وقت کچھ تبلیغ کو وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملجاتا ہے ؛

چند نوجوانوں سے یہاں آتے ہی تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا انہیں سے ایک کو اللہ تعالیٰ نے بیعت کی توفیق دی ان کا نام مسٹر حسن احمد ہے۔ درخواست بیعت بحضور حضرت خلیفۃ المسیح ارسال ہو چکی ہے ؛

ہمارے عزیز دوست مسٹر احمد ساکن کالی کٹ مالابار میری ملاقات کے واسطے ایسٹر کی رخصتوں پر یہاں تشریف لائے۔ تین دن رہے۔ بہت جوشیلے اور مخلص احمدی ہیں۔ ان دنوں یہاں تھیا سوفیکل سوسائٹی کا جلسہ ہو رہا تھا۔ ایک شام میں اور مسٹر احمد بھی وہاں گئے جہاں مسٹر احمد کے ایک دوست مسٹر راما آئیر وکیل سے ملاقات ہوئی۔ مسٹر راما آئیر سلسلہ احمدیہ کے حالات سے بہت کچھ واقف ہیں۔ انہوں نے مجھے بہت لوگوں سے انٹروڈیوس کرایا۔ اس کے بعد ایک لیکچر انگریزی میں ایک صاحب نے دیا لیکچر کے اختتام پر میں نے چاہا کہ چند الفاظ کہوں۔ لیکچرار نے عذر کیا کہ وقت تنگ ہے۔ اور لوگوں نے کھانا کھانا ہے مگر سامعین نے خواہش ظاہر کی کہ ہم سننا چاہتے ہیں اسواسطے عاجز ان کے پلیٹ فارم پر چڑھ گیا۔ ہندی شرفاء کے علاوہ بہت سے انگریز اور لیڈیاں بھی تھیں میں نے کہا کہ یہاں مجھے جاننے والے بہت کم ہیں۔ مسٹر راما آئیر نے مجھے کئی ایک شرفاء سے انٹروڈیوس کرایا ہے مگر انکو زیادہ تکلیف سے بچانے کے واسطے میں خود ہی اپنے آپ کو انٹروڈیوس کرتا ہوں۔ میرا نام صادق ہے، اور میں پنجاب کا رہنے والا ہوں۔ پنجاب میں ایک گاؤں قادیان نام ہے جہاں حضرت مرزا غلام احمدؑ ہوئے۔ جن کو خدا تعالیٰ نے مسیح اور مہدی بنایا اور اس زمانہ کا نبی بنا کر بھیجا۔ سب کے واسطے ضرور ہے کہ انکو قبول کریں۔ اسکے بعد حضرت مسیح موعود کی چند پیشگوئیوں کا ذکر کیا گیا۔ اور آپ کی تعلیم پیش کی گئی۔ اور ضرورت الہام پر چند دلائل دیکر تقریر کو ختم کیا گیا۔ خاتمہ پر سب لوگ میرے گرد جمع ہوئے۔ کئی ایک نے میرا ایڈریس لکھا۔ بعض نے خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنے مکان پر مجھے دعوت دینگے۔ اور حضرت مسیح موعود کے حالات مفصل سنیں گے ؛

ایک روز میں اور حاجی محمد عمر الدین صاحب ایک کرایہ کا مکان دیکھنے کے واسطے گئے۔ مکان تو پسند نہ آیا مگر وہاں ایک فرانسیسی نسل کے یوریشین صاحب سے اتفاقاً ملاقات ہوئی۔ ملاقات نے دوستی کا رنگ پکڑا۔ صاحب بہادر نے آمد و رفت شروع کی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مشرف باسلام ہوئے حضرت مسیح موعود پر ایمان لا کر بیعت کی درخواست کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں انہوں نے لکھا ہے کہ انکو اسلامی نام دیا جائے پہلا نام جو برڈ ہے۔ (Mr Jobard)

اور بھی کہیں کہیں تبلیغ کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ خاندان کرناٹک کے ایک نواب صاحب نے میرے یہاں آنے کی خبر سنکر ایک روز دعوت کی۔ کھانے سے قبل قریب چار گھنٹہ تک حضرت مسیح موعود کی صداقت پر بحث ہوتی رہی۔ اور بھی کئی لوگ موجود تھے۔ بہت سی باتوں کے قائل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مزید ہدایت عطا فرماوے۔

میرے رفیق حاجی محمد عزالدین صاحب جب پاروں کی رعائتی کے کام میں محنت کے ساتھ مدد کر رہے ہیں۔ تبلیغ کا بہت شوق رکھتے ہیں۔ ٹریم میں اور ہر جگہ جہاں موقعہ پاتے ہیں۔ تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ حکیم محمد سعید صاحب نے اپنے مکان پر لوگوں کو بلا کر وعظ کرایا۔

عاجز محمد صادق عفی اللہ عنہ

مدراس - ۲۹ اپریل ۱۹۱۶ء

دعوت الی الخیر

نوشتہ مولانا صوفی غلام محمد صاحب مبلغ احمدیت

احباب ماریشس احباب سلسلہ حقہ میں خوب ترقی کر رہے ہیں۔ اور اخلاص بھی روز بروز بڑھ رہا ہے۔ جہاں دوست جاتے ہیں وہاں خوب تبلیغ کرتے ہیں دوست محمد خاں بالکل اَن پڑھ آدمی ہے یعنی کسی زبان کا الف ب بھی نہیں جانتا وہ بھی اللہ کے فضل سے جب غیر احمدیوں سے بات کرتا ہے انکو چپ کروا دیتا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے۔ اس نے ایک مولوی کو مسئلہ وفات مسیح میں قائل کر دیا۔ آخر اس مولوی سے کچھ اور تو نہ بن آیا صرف یہی کہا کہ ہمیں احمد کا نام قرآن شریف میں دکھاؤ۔ اس نے کہا کہ ہاں میں دکھاؤں گا۔ مولوی صاحب سے دریافت کر کے انکو سورۃ ... اب تو اسے البلاغ المبین دیدیا ہے۔ اللہ کے فضل و رحم کے ساتھ عام جزیرہ میں اسکو خوب پھیلایا جاویگا۔ اور ہر کہ و مہ کو اہم اصول احمدیت سے خبردار کر دیا جاویگا۔ حاجی ابراہیم اچھا اخلاص میں ترقی کر رہے ہیں۔ دو روپیہ ماہوار چندہ دینا منظور کیا ہے۔ قرآن شریف کا درس روز ہوتا ہے۔ سورۃ توبہ ختم ہونے کو ہے گیارہواں پارہ شروع ہے۔ درس قرآن میں پندرہ بیس کے قریب لوگ جمع ہوتے ہیں درس کا بہت اثر ہوتا ہے۔ آج احمدؐ کا نام دوست محمد خاں کو سمجھا دیا ہے اس پر عبداللہ شاعر نے پوچھا کہ اگر لوگ کہیں کہ اس سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو اسکو میں نے یدعیٰ الی الاسلام اور یا فواہہم بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسلام کیطرف نہیں بلایا جاتا تھا اور نہ اس زمانے میں منہ سے نور کو بجھایا جاتا تھا وہ خوب سمجھ گیا۔ کہا اب میں خوب سمجھ گیا۔ افسوس انپر جو سمجھ کر بالآخر منکر ہو گئے۔ آخر نوشتوں نے پورا ہونا تھا۔

ایک عیسائی سے مباحثہ آج ایک ایڈونٹسٹ سے گفتگو ہو پڑی جو یہاں اپنی سوسائٹی کا سکرٹری ہے میں نے اس سے پوچھا کہ تم احکام موسیٰ مانتے ہو اس نے کہا ہاں۔ احمدی۔ چوتھا حکم کیا ہے۔ مسیحی۔ سبت کی عزت کرو۔ احمدی۔ تیسرا کیا ہے۔ مسیحی۔ خدا کا نام بیفائدہ نہ لے۔ احمدی۔ دوسرا۔ مسیحی۔ خدا کے لئے کوئی تصویر وغیرہ نہ بنا۔ احمدی۔ پہلا۔ مسیحی۔ صرف میری ہی عبادت کرو۔ احمدی کتنے خدا مانتے ہو۔ مسیحی۔ ایک۔ احمدی۔ کیا تم باپ خدا۔ بیٹا خدا۔ روح القدس خدا۔ پر ایمان نہیں لاتے۔ مسیحی کیوں نہیں لاتے۔ احمدی۔ سمجھ نہیں آتا۔ تین ہو کر ایک کیسے ہو گیا۔ مسیحی۔ کیا انسان کا تھوڑا سا علم خدائی رازوں کی تہ تک پہنچ سکتا ہے اگر سمجھنا چاہو تو میں اسکے دلائل لکھتا ہوں۔ احمدی۔ براہ مہربانی بیان فرمائیے۔ مسیحی۔ کیا تم بائبل کو مانتے ہو۔ احمدی۔ بائبل کی صداقت کی دلیل پیش کرو۔ مسیحی۔ تم اپنا عقائد بتاؤ۔ مانتے ہو یا نہیں۔ احمدی۔ آپ اسکی سچائی کی دلیلیں بتلاویں۔ مسیحی۔ میں تم سے تمہارا اعتقاد پوچھتا ہوں کہ بائبل کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے۔ احمدی۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ بائبل کی تمام کتب میں حق و باطل مل گیا جو قرآن شریف کے مطابق ہے وہ سچ ہے اور جو اسکے متضاد ہے وہ جھوٹ ہے۔ مسیحی۔ کیا تم ابراہام کو نہیں مانتے۔ احمدی۔ میں اسکو نبی مانتا ہوں۔ مسیحی۔ تم اسکی قربانی پر ایمان لاتے ہو۔ احمدی۔ ہر ایک شخص کو خود اپنی صلیب اٹھانی پڑتی ہے۔ بغیر اس کے تزکیہ مشکل ہے۔ مسیحی۔ تم ابراہیمی قربانی نہیں کرتے؟ احمدی نہیں۔ میں تو خدا کیلئے قربانی کرتا ہوں۔ مسیحی۔ خدا نے قابیل سے خون نہیں مانگا تھا۔ احمدی۔ خدا کو خون کی کوئی ضرورت نہیں۔ خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتے۔ لیکن انسانوں کی پاکیزگی اور تقویٰ سے خدا راضی ہوتا ہے۔ مسیحی۔ آدم گناہ کرنیکے بعد ننگا ہو گیا تھا۔ احمدی۔ جسمانی ننگا نہیں بلکہ آدم کو اپنی کمزوری کا علم ہو گیا جو خدائے تعالیٰ کے حکم کے خلاف اس سے سرزد ہوئی۔ مسیحی۔ خدا کے جلال کا اسپر لباس تھا۔ احمدی۔ انسانی فطرت مظہر جلال الٰہی ہے۔ مسیحی۔ کیا تم پر خدا کی گلوری (بہشتگی) ہے احمدی ہاں۔ اس پر وہ پیچ و تاب کھاتا ہوا رخصت ہو گیا اور کہا کسی اور وقت پھر باتیں۔ اور میں نے کہا کہ بہت اچھا۔

تبلیغی رسائل لیکچر اسلام۔ اللہ۔ اسمار الٰہی ولایت میں انگریزوں کو بھیجے گئے۔ امید ہے کہ حضور اس کا مطالعہ فرماویں گے اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور آپکی پیشگوئیاں ہستی باری کے اثبات میں پیش کیگئی ہیں جو کہ تازہ ترین ثبوت ہیں جس سے انکار کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ پچاس کو ملبوس بھیجی گئی ہیں بارسٹر نور محمد بن لوز دیا نے اس کا فرانسیسی ترجمہ کر لیا ہے۔ اور جنوری ریویو کا پہلا مضمون برکات سرکار برطانیہ کا ترجمہ بھی فرنچ کرا لیا ہے اور عنقریب چھپوا کر پانچسو کے قریب فرانس اور مڈغاسکر اور مراکش وغیرہ فرانسیسی جانتے والے ممالک میں تقسیم کیا جائیگا دہلی کا جلسہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ احمدیت کو ہر جگہ کامیاب مظفر و منصور کرتا ہے کیا یہ کافی دلیل نہیں ہے صداقت سلسلہ حقہ کی جس کا مرکز قادیان میں ہے۔

کچھ خواجہ پارٹی کی نسبت خواجہ کمال الدین نے مجھے خواب میں کہا کہ غیر ممالک میں حضرت صاحب کا ذکر اچھا نہیں اپنے ملک میں بیشک کرنا چاہیئے۔ میں نے اسکو خواب میں جواب دیا۔ تین باتیں ضرور بیان کرنی چاہئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت۔ علیحدگی نماز۔ ترک نماز جنازہ غیر احمدیاں۔ لڑکی غیر احمدیوں کو نہیں دینی چاہیئے۔ خواجہ کمال الدین کی صحیفہ آصفیہ میں نے پڑھی وہ صاف حضرت مسیح موعود کو نذیر بار بار پیش کرتا ہے۔ اور پھر بار بار آپ کو بشیر اور نذیر دونوں حیثیتوں سے پیش کرتا ہے۔ اسلام کیلئے بشیر اور اغیار کیلئے نذیر اور آپکے نذیر ہونے کو حیدر آبادیوں پر چسپاں کرتا ہے تو گویا مسلمانان حیدر آباد اسکے نزدیک اہل اسلام نہیں تھے کیونکہ اس نے صاف بیان کیا ہے حضرت مسیح موعود مسلمانوں کیلئے بشیر تھے۔ اور پھر دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ اور موسیٰ ندی کی تباہی کو اس الہام کے ماتحت لاکر حیدر آباد کو وہ دنیا قرار دیتا ہے جسنے حضرت مسیح موعود کو قبول نہ کیا۔ اور غیر احمدیوں کے اسلام کو غیر اصلی اسلام قرار دیتا ہے۔ میرے دوستوں کو کہنا ہے کہ اس کتاب کو پڑھو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ خواجہ صاحب نے ۱۹۰۸ء میں کیا کہا تھا اور آج ۱۹۱۶ء میں کیا۔ جن کا مزاج متلون ہو وہ کبھی ایک حالت پر قرار اور قیام کر سکتے ہیں؟